ابوالکلام آزاد

خواجہ الطاف حسین حالی، دلی اور دکن کے مشاعرے

خواجہ اکرام اللہ مرحوم نے دہلی کے ایک مشاعرے کا حال مجھے سنایا تھا، جس میں خواجہ حالی مرحوم اور داغ مرحوم دونوں شریک تھے۔ طرح تھی ''خبر کہاں''، ''نظر کہاں'' داغ مرحوم کی غزل مشہور ہے:

اس مبتدا کی دیکھئے نکلی خبر کہاں

مشاعرے میں سب غزلیں پڑھ چکے تھے۔ خواجہ صاحب اور داغ مرحوم باقی رہ گئے تھے۔ پہلے شمع خواجہ صاحب کے سامنے آئی اور انھوں نے اپنی غزل سنائی:

ہے جستجو کہ خوب سے ہے خوب تر کہاں ۔۔۔ اب ٹھیرتی ہے دیکھئے جا کر نظر کہاں

اک عمر چاہیے کہ گوارا ہو نیش عشق ۔۔۔ رکھی ہے آج لذت زخم جگر کہاں

حالی نشاط نغمہ و مے ڈھونڈتے ہو اب ۔۔۔ آئے ہو وقت صبح، رہے رات بھر کہاں؟

اکرام اللہ خاں مرحوم کہتے تھے، غزل تمام مشاعرے پر چھاگئی اور مدح و تحسین کا ایسا ہنگامہ گرم ہوا کہ لوگوں نے خیال کیا، اب داغ مرحوم کے لیے کچھ نہیں رہا۔ خود داغ نے کہا ''اس غزل کے سننے کے بعد میری غزل خود میری نگاہ سے گرگئی، جی چاہتا ہے، پرچہ چاک کر دوں۔''

ایک عرصے کے بعد خواجہ صاحب مرحوم سے نیاز حاصل ہوا تو میں نے غدر کے بعد کے مشاعروں کا تذکرہ چھیڑ دیا اور خصوصیت کے ساتھ اس مشاعرے کا حال دریافت کیا۔

خواجہ صاحب حالات بیان کرنے لگے اور تفصیلات کی رو میں دور نکل گئے۔ لیکن پھر اچانک انہیں احساس ہوا کہ اب مجھے غزل کی مدح و تحسین کے واقعات بیان کرنے پڑیں گے' اس لیے کہتے کہتے یکدم رک گئے۔ اب میں ہر چند اصرار کر کے پوچھتا ہوں' فرمایئے' اس کے بعد کیا ہوا؟ لیکن وہ اس کے سوا کچھ نہیں کہتے کہ "جی ہاں' بس غزل پڑھی گئی اور مشاعرہ ختم ہو گیا۔" میں نے بار بار پوچھا' آپ کی غزل پر داغ مرحوم نے کیا خیال ظاہر کیا تھا؟ لیکن "جی ہاں! کیا کہا جائے!" کے سوا اور کوئی جواب نہیں ملا' "جی ہاں" کی "ہاں" کو وہ جس طرح تمدید کے ساتھ ادا کرتے تھے' اسے قید کتابت میں لانے کا اس کے سوا کوئی ذریعہ نہیں پاتا کہ "جی ہاں" کی "ہاں" پر ایک لمبی مد کھینچ دوں۔

۱۹۸۲ء میں سرسید مرحوم ایک وفد حیدر آباد لے گئے تھے تاکہ علی گڑھ کالج کے میگزین کے لیے مزید اعانت کی درخواست کریں۔ وفد میں خواجہ صاحب اور مولانا شبلی مرحوم بھی تھے۔ وہاں لوگوں کو خیال ہوا کہ اس موقع سے فائدہ اٹھا کر ایک مشاعرہ منعقد کرنا چاہیے۔ چنانچہ مشاعرہ قرار پایا اور یہ تجویز ہوئی کہ کسی خاص طرح کی پابندی نہ رکھی جائے۔ ہر شخص اپنا منتخب اور تازہ کلام سنائے۔ داغ مرحوم نے اپنی وہ غزل سنائی تھی جو ان کے تیسرے دیوان مہتاب داغ میں ہے۔

ادھر لا ہاتھ' مٹھی کھول' یہ چوری یہیں نکلی

داغ کی زبان' منتخب غزل' اور پھر ان کے پڑھنے کا ہنگامہ خیز انداز' سارا مشاعرہ بے خود ہو گیا اور تعریف کرتے کرتے لوگوں کے گلے پھٹ گئے۔ اس کے بعد شمع خواجہ صاحب کے سامنے آئی۔ مولانا شبلی مرحوم کہتے تھے کہ میں پہلو میں بیٹھا تھا' میں نے مجلس کا رنگ دیکھا تو خیال کیا کہ یہاں نئی شاعری کا رنگ جم نہیں سکتا اگر خواجہ صاحب نے اس طرح کی کوئی چیز سنائی تو یقیناً بے مزہ اور پھیکی محسوس ہو گی اور لوگ بے کیف ہو جائیں گے۔ میں نے ان کے کان میں کہا' آپ اپنے قدیم کلام میں سے کوئی چیز سنائیں۔ نئی شاعری کا یہ موقع نہیں۔ لیکن

انہوں نے انکار کر دیا اور کہا جو کچھ ہو مگر ”از قاعدہ نہ باید گزشت۔“

یہ حکیم علوی خاں کا مشہور لطیفہ ہے جو محمد شاہ کا شاہی طبیب تھا۔ یعنی مریض بچے یا نہ بچے مگر علاج قواعد فن کے مطابق کرنا چاہیے۔ خواجہ صاحب کا مطلب یہ تھا کہ مشاعرے میں رنگ جمے یا نہ جمے مگر اپنا اصول نہیں چھوڑنا چاہیے۔

چنانچہ انہوں نے اپنی نئی قسم کی غزلوں میں سے وہ غزل پڑھی جو دیوان میں موجود ہے۔ ”کمال تیرا“۔ ”جمال تیرا“۔

ہے عارفوں کو حیرت اور منکروں کو سکتہ
ہر دل پہ چھا رہا ہے، رعب جمال تیرا

مولانا شبلی مرحوم کہتے تھے کہ باوجود اس کے کہ ابھی ابھی داغ کی شوخ عاشقانہ غزل تمام مجلس میں تہلکہ مچا چکی تھی، مگر ایسا معلوم ہوا جیسے جوش مدح و تحسین کی ایک نئی سرگرمی لوگوں میں ابھر آئی ہو۔ ہر شعر کی تعریف کی گئی۔ داغ مرحوم نے کہا ”مولانا! یہ آپ ہی کا حصہ ہے۔ اس رنگ میں آپ کا کوئی سہیم نہیں۔“

خواجہ صاحب مرحوم کی ایک غزل ہے:

ان کے جاتے ہی یہ کیا ہو گئی گھر کی صورت!
نہ وہ دیوار کی صورت، نہ در کی صورت

مقطع ہے:

ان کو حالی بھی بلاتے ہیں گھر اپنے مہماں!
دیکھنا آپ کی، اور آپ کے گھر کی صورت

علیگڑھ کالج کا ایک طالب علم داؤد نامی تھا۔ شاعری سے اسے طبعی مناسبت تھی۔ اس نے اس غزل کی تضمین کی اور مقطعے کی تضمین کچھ ایسی چسپاں واقع ہوئی گویا مقطع حالی کا نہیں رہا، داؤد کا ہو گیا:

جب کسی کام کا کرتا ہے ارادہ انساں دیکھ لیتا ہے کہ اس کام کے ہے بھی شایاں
سن کے لوگوں سے کہ کل آئے تھے داؤد کے یاں ان کو حالی بھی بلاتے ہیں گھر اپنے مہماں
دیکھنا آپ کی اور آپ کے گھر کی صورت

چند دنوں کے بعد خواجہ صاحب علی گڑھ آئے۔ چونکہ مقطعے کی تضمین میں شوخی سے کام لیا تھا اور ایک طرح کا گستاخانہ پہلو تھا' اس لیے داؤد نے اپنے دوستوں کو تاکید کر دی تھی کہ اس تضمین کا ذکر خواجہ صاحب سے نہ کریں' لیکن کسی شخص نے کر دیا۔ خواجہ صاحب کو جونہی یہ بات معلوم ہوئی' نہایت درجہ خوش ہوئے۔ اصرار کر کے داؤد کو بلوایا اور مجبور کیا کہ پوری تضمین سنائے۔ پھر تعریف کر کے اس کا دل بڑھایا' اور "دیوان حالی" درجہ اول کا چھپا ہوا بطور صلے کے عطا فرمایا اور کہا یہی ایک نسخہ ہے جو میں نے اپنے لیے رکھا تھا' لیکن اب میں اس کا مستحق اپنے سے زیادہ تمہیں سمجھتا ہوں۔

افسوس ہے' اس طالب علم کا جوانی میں انتقال ہو گیا۔

ایک سنجیدہ آدمی کوئی معمولی سی بات بھی ظرافت کی کہہ دیتا ہے تو وہ غیر معمولی تاثر اور کیفیت پیدا کر دیتی ہے۔ خواجہ صاحب مرحوم سرتاپا سنجیدہ تھے' لیکن اس سنجیدگی کے ساتھ طبیعت میں ظرافت بھی تھی۔ اور نہایت لطیف پیرائے میں ظاہر ہوتی تھی۔ اس سلسلے میں مولانا شبلی مرحوم نے ایک دلچسپ واقعہ بیان کیا تھا۔

مولانا شبلی مرحوم اگرچہ علیگڑھ کے قیام کے بعد سرسید مرحوم کے خیالات سے بے حد متاثر ہوئے تھے اور دراصل تصنیف و تالیف اور فکر و نظر کا نیا مذاق اسی تاثر سے ان میں پیدا ہوا' تاہم وہ مذہبی خیالات میں اپنے آپ کو سرسید مرحوم کے مقلدوں سے الگ رکھتے تھے اور جب کبھی کوئی موقع نکل آتا بلا تامل اس کا اظہار کر دیتے تھے۔ اس زمانے میں سرسید کو پیر نیچر کہا جاتا تھا اور ان کے مقلدوں کو نیچری۔ بنیاد اس تلقب کی یہ تھی کہ انہوں نے اپنی تحریرات میں

جا بجا نیچراور لاز آف نیچریعنی فطرت اور قوانین فطرت کا ذکر کیا تھا' اوراس پر زور دیا تھا کہ دینی تعلیم کو قوانین فطرت کے خلاف نہیں ہونا چاہیے۔

جس زمانے میں سرسید مرحوم سورۂ اسریٰ کی تفسیر لکھ رہے تھے تو اکثرواقعہ اسریٰ یعنی معراج کا تذکرہ رہتا تھا۔ معراج کے متعلق حضرت عائشہ ؓ کا مذہب معلوم ہے کہ وہ معراج جسمانی کی قائل نہ تھیں۔ سرسید نے بھی یہی مسلک اختیار کیا۔ اور معراج جسمانی کی روایات جمع کر کے ان کی ہر طرح تضعیف کی۔ ایک دن سرسید کے یہاں خواجہ صاحب مرحوم بھی تھے اور مولانا شبلی بھی۔ حضرت عائشہ کے مذہب کا تذکرہ ہونے لگا۔ مولانا شبلی از راہ ظرافت بول اٹھے کہ معلوم ہوتا ہے' حضرت عائشہ بھی نیچری تھیں۔ ورنہ معراج جسمانی سے کیوں انکار کرتیں؟ یہ سنتے ہی خواجہ صاحب نے کہا' ''اس سے ثابت ہوا کہ نیچری ہونا بڑی ہی فضلیت کی بات ہے کہ حضرت عائشہ تک اس جرگے میں داخل ہیں۔ لیکن مولانا! کل تو آپ بڑے اصرار سے کہہ رہے تھے کہ میں نیچری نہیں ہوں۔ اچھا' اب معلوم ہوا یہ آپ کا انکسار تھا۔''

☆☆☆

ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم (مرحوم) کی بلند پایہ کتب

نیا ایڈیشن

		قیمت
۱۔	تشبیہات رومی	200-00 روپے
۲۔	اسلام کا نظریہ حیات	150-00 روپے
۳۔	Metaphysics of Rumi	160-00 روپے
۴۔	Islamic Idealogy	200-00 روپے

اپنے قریبی بکسٹال سے یا براہ راست ہم سے
طلب فرمائیں

ادارۂ ثقافت اسلامیہ

2 - کلب روڈ' لاہور